نبوت کا کارنامہ

از

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

ناشر

شعبۂ دعوت وارشاد
ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ لکھنؤ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	نبوت کا کارنامہ
مؤلف	مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
صفحات	۲۴
تعداد	چار ہزار
سن اشاعت	ربیع الاول ۱۴۳۰ھ / مارچ ۲۰۰۹ء
قیمت	پانچ روپئے
ناشر	شعبۂ دعوت وارشاد، ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبوت کا کارنامہ(☆)

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی ونبوت کے ذریعہ اپنے پیغمبروں کو انسانوں کی اصلاح وتکمیل پر مامور فرمایا اوران حضرات نے اپنی دعوت و محنت کا موضوع انسان کو بنایا، انبیاء علیہم السلام کی بصیرت پر اللہ تعالیٰ نے یہ نکتہ فاش کیا کہ اس دنیا کی قسمت اوراس کی آبادی وویرانی کا فیصلہ انسان پر معلق ہے، اگر حقیقی انسان موجود ہے تو یہ دنیا اپنی سب ویرانیوں اور بے سروسامانیوں کے ساتھ آباد و معمور ہے اوراگر حقیقی انسان موجود نہیں تو یہ دنیا اپنی ساری رونقوں اوراپنے سازوسامان کے ساتھ ایک ویرانہ اورخرابہ سے بہتر نہیں، اس دنیا کی بدقسمتی آلات ووسائل کی کمی اورفقدان سے نہیں، بلکہ ان کے غلط استعمال سے ہے، دنیا کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ اس کو انسان

(☆) یہ مضمون ۱۹؍دسمبر ۱۹۵۹ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی یونین ہال میں شعبۂ دینیات کی دعوت پر پڑھا گیا اور ماہنامہ ''الفرقان'' بابت ماہ رجب ۱۳۷۹ھ مطابق فروری ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا، تمہید حذف کردی گئی ہے۔

کی غلط اندیشی اور بے راہ روی نے تباہ کیا، آلات ووسائل نے اس تباہی اور ہلاکت خیزی میں صرف اضافہ کیا۔

پھر انسان اپنی عظمت، اپنی وسعت، اپنی مرکزیت اور اپنی حکیمانہ صفت کے اعتبار سے کہیں زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو سعی ومحنت اورتوجہ وخدمت کا موضوع بنایا جائے، یہ کائنات بڑی پراسرار، بڑی پراز عجائبات، بڑی حسین وجمیل، بڑی طویل وعریض ہے، لیکن انسان کی فطرت کے اسرار وعجائبات اس کے مخفی خزانوں اور دفینوں، اس کے قلب کی وسعتوں، اس کے دماغ کی بلند پروازیوں، اس کی روح کی بے تابیوں اور گرمجوشیوں، اس کی غیر مختتم تمناؤں اور نا آسودہ حوصلوں، اوراس کی غیر محدود صلاحیتوں کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں، ایسی کئی دنیائیں اس کے قلب کی وسعتوں میں، اور یہ سارے سمندر اس کے دل کی گہرائیوں میں گم ہوجائیں، پہاڑ اس کے یقین کا، آگ اس کی محبت کے سوز کا، سمندر اس کے قطرۂ اشک کا مقابلہ نہیں کرسکتے، اس کی حسن سیرت کے سامنے دنیا کا ہر حسن ماند ہے، اس کے عزم وارادہ کے آگے ہر طاقت سرنگوں ہے، اس انسان میں صحیح یقین، صحیح خواہش اور صحیح ملکات اوراخلاق کا پیدا کرنا اوراس سے خلافت الٰہی کا کام لینا نبوت کا اصل کارنامہ ہے۔

ہر نبوت نے اپنے دور میں یہ کارنامہ انجام دیا اور ایسے افراد تیار کیے، جنھوں نے اس دنیا کو نئی زندگی بخشی اور زندگی کو (جو انسان کی خود فراموشی اور غلط اندیشی سے) بے معنی ہوگئی تھی، بامعنی بنایا، نبوت کے ان کارناموں میں جو زندگی کی پیشانی پر درخشاں وتاباں ہیں سب سے روشن کارنامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ ہے، جس کی سب سے زیادہ تفصیلات تاریخ میں محفوظ ہیں، مردم سازی وآدم گری کے اس کام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کامیابی عطا فرمائی وہ آج تک کسی انسان کو حاصل نہیں ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سطح سے تعمیر انسانیت کا کام شروع کیا، اس سطح سے کسی پیغمبر اور کسی مصلح اور کسی مربی کو شروع کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی تھی، یہ وہ سطح تھی جہاں حیوانیت کی سرحد ختم ہوتی تھی اور انسانیت کی سرحد شروع ہوتی تھی، اور جس سطح پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو پہنچایا اس سطح تک بھی کبھی تعمیر انسانیت کا کام نہیں پہنچا تھا، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کی انتہائی پستی سے کام شروع کیا اسی طرح انسانیت کی آخری بلندی تک اس کام کو پہنچایا، آپ کے تیار کیے ہوئے افراد میں سے ایک ایک نبوت کا شاہکار ہے اور نوع انسانی کے شرف وافتخار کا باعث، انسانیت کے مرقع میں بلکہ اس پوری کائنات میں

پیغمبروں کو چھوڑ کر اس سے زیادہ حسین وجمیل، اس سے زیادہ دلکش ودلآویز تصویر نہیں ملتی جو ان کی زندگی میں نظر آتی ہے، ان کا پختہ یقین، ان کا گہرا علم، ان کا سچا دل، ان کی بے تکلف زندگی، ان کی بے نفسی وخدا ترسی، ان کی پاکبازی وپاکیزگی، ان کی شفقت ورافت اور ان کی شجاعت وجلادت، ان کا ذوق عبادت اور ان کا شوق شہادت، ان کی شہسواری اور ان کی شب زندہ داری، ان کی سیم وزر سے بے پرواہی اور ان کی دنیا سے بے رغبتی، ان کا عدل اور ان کا حسن انتظام، دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، نبوت کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے انسانی افراد تیار کیے، ان میں سے ایک ایک فرد ایسا تھا جو اگر تاریخ شہادت پیش نہ کرتی اور دنیا اس کی تصدیق نہ کرتی تو ایک شاعرانہ تخیل اور ایک فرضی افسانہ معلوم ہوتا لیکن وہ تاریخ کی ایک حقیقت ہے، وہ ایک ایسا انسانی وجود تھا جس میں نبوت کے اعجاز نے متضاد اوصاف وکمالات پیدا کردیئے تھے۔

خاکی ونوری نہاد بندۂ مولیٰ صفات / ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل / اس کی ادا دل فریب اس کی نگہ دل نواز
نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو / رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز
اسکے زمانے عجیب، اسکے فسانے غریب / عہد کہن کو دیا اس نے پیام رحیل

ساقیٔ ارباب ذوق فارس میدان شوق　　بادہ ہے اس کا رحیق تیغ ہے اسکی اصیل

یہ فرد جب تیار ہوگیا تو یہ بندگی اور زندگی کے ہر محاذ پر کارآمد، مستعد اور قیمتی ثابت ہوا، اور جو خدمت اس کے سپرد کی گئی اس نے اپنی اہلیت وصلاحیت اور اپنی فرض شناسی اور احساس ذمہ داری اور اپنے ذوق عمل اور جذبۂ خدمت کا ثبوت دیا، اس کو اگر فیصلہ اور ثالثی کا کام سپرد کیا گیا تو وہ بہترین قاضی اور لائق ترین جج ثابت ہوا جس نے ترازو کے تول فیصلہ کیا، وہ اگر فوجوں کا سپہ سالار اور قائد مقرر ہوا تو اس نے اپنی جنگی قابلیت، بیدار مغزی اور شجاعت اور مرحمت کا ثبوت دیا، اگر فوجوں کی کمان اس کے حوالہ کردی گئی تو ایک مستعد اور کارگذار اور ایک جری اور جانباز سپاہی ثابت ہوا، اگر اس کو فوجوں کی قیادت کے منصب علیا سے معزول کردیا گیا تو اس کی پیشانی پر ناراضگی کی ایک شکن اور اس کی زبان پر شکایت کا ایک حرف نہیں آیا، اور لوگوں نے اس کی مستعدی اور جوش ونشاط میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا، اگر وہ نوکروں کا آقا اور محکمہ کا افسر تھا تو ایک فراخ دل اور شفیق آقا اور ایک خیر خواہ اور محبت کرنے والا بزرگ خاندان، اور اگر وہ مزدور واجیر تھا تو وہ ایک فرض شناس ومستعد مزدور تھا، جس کو اپنی مزدوری کے اضافہ سے زیادہ کام کے اضافہ کی فکر تھی، وہ فرد اگر فقیر تھا تو

فقیر صابر وقانع اور اگر غنی تھا تو غنی شاکر اور محسن، وہ اگر عالم تھا تو علم کو عام کرنے اور لوگوں کو خدا کا راستہ بتلانے کا حریص اور اپنے علم کی تقسیم میں فیاض، اور اگر طالب علم تھا تو علم صحیح کے حصول کا شائق اور اس کو اعلیٰ درجہ کی عبادت سمجھ کر اس کی طلب میں منہمک اور اس کے لیے بڑی سے بڑی محنت اور بڑی سے بڑی خدمت کرنے والا تھا اور اگر وہ کسی شہر کا حاکم تھا تو راتوں کو پہرہ دینے والا اور دن کو انصاف کرنے والا تھا، غرض یہ فرد انسانی معاشرہ کے جس مقام اور جس محاذ پر تھا، نگینہ کی طرح جڑا ہوا تھا۔

دنیا کی سب سے زیادہ نازک اور خطرناک ذمہ داری (حکومت) جب اس کے سپرد ہوئی تو اس نے زہد وفقر اور ایثار وقربانی اور جفاکشی و سادگی کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ دنیا محو حیرت رہ گئی اور ابھی تک اس کے تحیر میں کوئی کمی نہیں، آیئے ہمارے ساتھ خلافت راشدہ کے ان واقعات کو پڑھ لیجئے، عہد صدیقی کا مؤرخ لکھتا ہے:

''ایک روز حضرت ابوبکرؓ کی بیوی نے شیرینی کی
فرمائش کی جواب دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے،
انھوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں خرچ میں سے کچھ
دام بچا کر جمع کرلوں، فرمایا: جمع کرو، کچھ روز میں چند

پیسے جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ علیہ کو دیئے کہ
شیرینی لادو، پیسے لے کر کہا معلوم ہوا کہ یہ خرچ
ضروری سے زیادہ ہیں، لہٰذا بیت المال کا حق ہے،
چنانچہ وہ پیسے خزانہ میں جمع کر دیئے اور اسی قدر اپنا
وظیفہ کم کر دیا۔'' (۱)

آپ نے بہت سی مملکتوں کے بادشاہوں اور بہت سی جمہوریتوں کے سربراہوں کے سرکاری دوروں کی روداد سنی ہوگی اور ان کے شاہانہ تزک، احتشام اور کروفر کا تماشا دیکھا ہوگا، ساتویں صدی مسیحی کے سب سے بڑے طاقتور فرماں روا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرکاری دورہ (سفر شام) کی روداد مؤرخ کی زبان سے سنئے، مولانا شبلی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''الفاروق'' میں ۱۶ھ کے سفر بیت المقدس کا حال بیان کرتے ہوئے مستند عربی تاریخوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''ناظرین کو انتظار ہوگا کہ فاروق اعظم کا سفر اور سفر بھی وہ جس سے دشمنوں پر اسلامی جلال کا رعب بٹھانا مقصود تھا کس سروسامان سے ہوگا؟ لیکن یہاں نقارہ نوبت، خدم وحشم، لاؤ لشکر ایک طرف، معمولی ڈیرہ

(۱) سیرۃ الصدیق صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی مرحوم

اور خیمہ تک نہ تھا، سواری میں ایک گھوڑا تھا اور چند مہاجرین وانصار ساتھ تھے، تاہم جہاں یہ آواز پہنچتی تھی کہ فاروق اعظم نے مدینہ سے شام کا ارادہ کیا ہے زمین دہل جاتی تھی۔

جابیہ میں دیر تک قیام رہا اور بیت المقدس کا معاہدہ بھی یہیں لکھا گیا، معاہدہ کی تکمیل کے بعد حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کا ارادہ کیا، گھوڑا جو سواری میں تھا، اس کے سم گھس کر تمام ہو گئے تھے اور رک رک کر قدم رکھتا تھا، حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر اتر پڑے، لوگوں نے ترکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا، گھوڑا شوخ اور چالاک تھا، حضرت عمرؓ سوار ہوئے تو اُلیل کرنے لگا، فرمایا: کمبخت یہ غرور کی چال تو نے کہاں سیکھی؟ یہ کہہ کر اتر پڑے اور پیادہ پا چلے، بیت المقدس قریب آیا تو حضرت ابوعبیدہؓ اور سرداران فوج استقبال کو آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لباس اور سروسامان جس معمولی حیثیت کا تھا اس کو دیکھ کر مسلمانوں کو شرم آتی تھی کہ عیسائی اپنے دل میں کیا کہیں گے، چنانچہ لوگوں نے ترکی گھوڑا اور عمدہ قیمتی

پوشاک حاضر کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: ''خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے یہی بس ہے۔''(۱)

دوسرے سفر شام (۱۸ھ) کا حال بھی سن لیجئے:

''حضرت عمرؓ نے شام کا قصد کیا، حضرت علیؓ کو مدینہ کی حکومت دی اور خود ایلہ کو روانہ ہوئے، یرفا ان کا غلام اور بہت سے صحابہؓ ساتھ تھے، ایلہ کے قریب پہنچے، کسی مصلحت سے اپنی سواری غلام کو دی اور خود اس کے اونٹ پر سوار ہوئے، راہ میں جو لوگ دیکھتے تھے پوچھتے تھے کہ امیر المؤمنین کہاں ہیں؟ فرماتے کہ تمہارے آگے، اسی حیثیت سے ایلہ میں آئے اور یہاں دو ایک روز قیام کیا، گزی کا کرتہ جو زیب بدن تھا، کجاوے کی رگڑ کھا کر پیچھے سے پھٹ گیا تھا، مرمت کے لیے ایلہ کے پادری کے حوالہ کیا، اس نے خود اپنے ہاتھ سے پیوند لگائے اور اس کے ساتھ ایک نیا کرتہ تیار کر کے پیش کیا، حضرت عمرؓ نے اپنا کرتہ پہن لیا اور کہا: اس

(۱) الفاروق ص/ ۱۰۵-۱۰۶

میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔''(۱)

خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کی سیرت کے مختلف پہلو اور ان کے محاسن اخلاق کتابوں میں متفرق و منتشر موجود ہیں، ان سب کو جمع کر کے آپ اپنے ذہن میں ایک فرد کی مکمل زندگی اور پوری تصویر تیار کر سکتے ہیں، لیکن خوش قسمتی سے ان میں سے ایک (سیدنا علیؓ بن ابی طالب) کا پورا اخلاقی سراپا اور ان کی زندگی کی تصویر ہمارے لٹریچر میں موجود ہے، اس کو پڑھئے اور دیکھئے کہ ایک انسان کی سیرت و اخلاق کی اس سے زیادہ حسین و دلکش تصویر کیا ہو سکتی ہے اور نبوت نے اپنی تعلیم و تربیت اور اپنی مردم سازی و کیمیا گری کے کیسے یادگار نمونے چھوڑے ہیں، ان کی خدمت میں شب و روز رہنے والے ایک رفیق ضرار بن ضمرہ اس طرح ان کی تصویر کھینچتے ہیں:

''بڑے بلند نظر، بڑے عالی ہمت، بڑے طاقتور، جچی تلی گفتگو فرماتے، حق و انصاف کے مطابق فیصلہ فرماتے، زبان و دہن سے علم کا چشمہ ابلتا، ہر ہر ادا سے حکمت ٹپکتی، دنیا اور بہارِ دنیا سے وحشت تھی، رات اور رات کی تاریکی میں خوش رہتے، آنکھیں

(۱) الفاروق ص/ ۱۱۳

پر آب، ہر وقت فکر وغم میں ڈوبے ہوئے، رفتار زمانہ پر متعجب، نفس سے ہر وقت مخاطب، کپڑا وہ مرغوب جو موٹا جھوٹا ہو، غذا وہ مرغوب جو غریبانہ اور سادہ ہو، کوئی امتیازی شان پسند نہیں کرتے تھے، جماعت کے ایک فرد معلوم ہوتے تھے، ہم سوال کرتے تو یہ جواب دیتے، ہم حاضر خدمت ہوتے تو سلام ومزاج پرسی میں پہل کرتے، ہم مدعو کرتے تو دعوت قبول فرماتے، لیکن اس قرب ومساوات کے باوجود رعب کا یہ عالم تھا کہ بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی، اور سلسلۂ سخن کا آغاز کرنا مشکل ہوتا، اگر کبھی مسکراتے تو دانت موتی کی لڑی معلوم ہوتے، دینداروں کی عزت اور مساکین سے محبت کرتے تھے، لیکن اس تواضع ومسکنت کے باوجود کسی طاقتور اور دولت مند کی مجال نہ تھی کہ ان سے کوئی غلط فیصلہ کروالے یا ان سے کوئی رعایت حاصل کرلے، اور کمزور کو ہر وقت ان کے عدل وانصاف کا بھروسہ تھا۔

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کو ایک شب ایسی

حالت میں دیکھا کہ رات نے اپنی ظلمت کے پردے ڈال دیئے تھے اور ستارے ڈھل چلے تھے، آپ اپنی مسجد کی محراب میں کھڑے تھے، داڑھی مٹھی میں تھی، اس طرح تڑپ رہے تھے جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو، اس طرح رو رہے تھے جیسے دل پر چوٹ لگی ہو، اس وقت میرے کانوں میں ان کے یہ الفاظ گونج رہے ہیں: ''اے دنیا! اے دنیا! کیا تو میرا امتحان لینے چلی ہے اور مجھے بہکانے کی ہمت کی ہے، مایوس ہوجا، کسی اور کو فریب دے، میں نے تو تجھے ایسی تین طلاقیں دی ہیں جن کے بعد رجعت کا کوئی سوال نہیں، تیری عمر کوتاہ، تیرا عیش بے حقیقت، تیرا خطرہ زبردست، ہائے زاد راہ کس قدر کم ہے، سفر کتنا طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔''(۱)

نبوت کا یہ کارنامہ زمانہ بعثت اور پہلی صدی ہجری کے ساتھ مخصوص نہیں، آپ کی تعلیمات نے اور آپ کے صحابہ کرام نے زندگی کے جو نمونے چھوڑے تھے، وہ مسلمانوں کی بعد کی نسلوں اور وسیع عالم اسلام

(۱) صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی ج/۱

کے مختلف گوشوں میں ہر شعبۂ زندگی اور صنف کمال میں عظیم انسان پیدا کرتے رہے جن کی انسانی بلندی شک وشبہ اور اختلافات سے بالاتر ہے، اس لازوال ’’مدرسۂ نبوت‘‘ کے فضلاء اور تربیت یافتہ (جنھوں نے صرف اسی مدرسہ سے انسانیت و اخلاق اور خداشناسی اور انسان دوستی کا سبق لیا تھا) اپنے اپنے زمانہ کی زیب و زینت اور انسانیت کے شرف و عزت کا باعث ہیں، کسی مؤرخ اور کسی بڑے سے بڑے مصنف اور محقق کی یہ طاقت نہیں کہ ان لاکھوں اہل یقین اور اہل معرفت کے ناموں کی صرف فہرست بھی پیش کرسکے، جو اس تعلیم کے اثر سے مختلف زمانوں اور مختلف مقامات پر پیدا ہوتے رہے، پھر ان کے مکارم اخلاق، ان کی بلند انسانیت، ان کے روحانی کمالات کا احاطہ تو کسی طرح ممکن نہیں، ان کے حالات کو (جو کچھ بھی تاریخ محفوظ کرسکی ہے) پڑھ کر عقل حیران ہوتی ہے کہ یہ خاکی انسان روحانی ترقی، نفس کی پاکیزگی، حوصلہ کی بلندی، انسان کی ہمدردی، طبیعت کی فیاضی، ایثار و قربانی، دولت دنیا سے بے نیازی، سلاطین وقت سے بے خوفی، خداشناسی و خدادانی اور غیبی حقیقتوں پر ایمان و یقین کے ان حدود اور بلندیوں تک بھی پہنچ سکتا ہے؟ ان کے یقین نے لاکھوں انسانوں کے دلوں کو یقین سے بھر دیا، ان کے عشق نے لاکھوں

انسانوں کے سینوں کو عشق کی حرارت اور سوز سے گرم و روشن کردیا، ان کے اخلاق نے خونخوار دشمنوں کو جاں نثار اور لاکھوں حیوان صفت انسانوں کو حقیقی انسان بنادیا، ان کی صحبت اور ان کے فیض و تاثیر نے خداطلبی اور خدا ترسی اور انسان دوستی کا عام ذوق پیدا کردیا، ہمارا ملک ہندوستان اس بارے میں بڑا خوش نصیب ہے کہ وہ اپنے آغوش میں بہ کثرت ایسے مردانِ خدا کو لیے ہوئے ہے جنھوں نے اپنے عہد میں انسانیت کو بلند اور انسان کا نام روشن کیا تھا۔

بادشاہوں کی صف میں بھی جو کشورستانی اور ملک گیری اور عیش کوشی کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے، اس تعلیم نے ایسے درویش صفت اور زاہد سیرت بادشاہ پیدا کئے جنھوں نے زہد و ایثار کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی نظیر تارک الدنیا درویشوں اور گوشہ نشین فقیروں کے یہاں بھی مشکل ہے، تاریخ اسلام کے ہر دور اور عالم اسلام کے ہر گوشہ میں ایسی شخصیتیں ملتی ہیں کہ بقول علامہ اقبالؔ ؎

جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمز غریب
سلطنتِ اہل دیں فقر ہے شاہی نہیں

’’مدرسۂ نبوت‘‘ کے ان فیض یافتہ سلاطین میں جن کی فہرست

طویل ہے آپ صرف سلطان صلاح الدین ایوبی کا حال پڑھیں، چھٹی صدی ہجری میں مشرق وسطیٰ کے اس سب سے بڑے حکمراں (جو کردستان کے پہاڑوں سے لے کر صحرائے نوبہ تک حکومت کرتا تھا) کے متعلق اس کا سکریٹری قاضی ابن شداد شہادت دیتا ہے:

’’زکوٰۃ فرض ہونے کی ساری عمر نوبت نہیں آئی، اس لیے کہ انھوں نے کبھی اتنا پس انداز ہی نہیں کیا جس پر زکوٰۃ فرض ہو، ان کی ساری دولت صدقات وخیرات میں خرچ ہوئی، صرف سینتالیس درہم ناصری اور ایک سونے کا سکہ چھوڑا، باقی کوئی جائیداد وملکیت، کوئی مکان، باغ، گاؤں، زراعت نہیں چھوڑی، ان کی تجہیز وتدفین میں ایک پیسہ بھی ان کی میراث سے صرف نہیں ہوا، سارا سامان قرض سے کیا گیا، یہاں تک قبر کے لیے گھاس کے پولے بھی قرض سے آئے کفن کا انتظام ان کے وزیر وکاتب قاضی فاضل نے کسی جائز وحلال ذریعہ سے کیا۔‘‘(۱)

(۱) النوادر السلطانیہ

انسانی بلندی، شرافت نفس، عالی حوصلگی کے اعتبار سے بھی سلطان تاریخ کے عظیم ترین انسانوں میں شمار ہونے کے قابل ہے، بیت المقدس کی فتح کے موقع پر عیسائی فاتحین کے برخلاف (جنھوں نے ظلم و سفاکی کی ایک نظیر قائم کردی تھی) سلطان نے جس شفقت ومرحمت اور جس احسان وفیاضی کا مظاہرہ کیا، اس کا ذکر کرتے ہوئے ان کا مغربی سوانح نگار اسٹینلی لین پول(Staneley Lane Pool) لکھتا ہے:

’’اگر سلطان صلاح الدین کے کاموں میں صرف یہی کام دنیا کو معلوم ہوتا کہ اس نے کس طرح یروشلم کو بازیاب کیا تو صرف یہی کارنامہ اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کافی تھا کہ وہ نہ صرف اپنے زمانہ کا بلکہ تمام زمانوں کا سب سے بڑا عالی حوصلہ انسان اور جلالت وشہامت میں یکتا اور بے مثل شخص تھا۔‘‘(۱)

آپ نے جہاں مشرق وسطیٰ کے ایک عظیم الشان حکمراں کے احسان وفیاضی کا واقعہ سنا، خود اپنے ملک کے ایک مسلمان بادشاہ کا واقعہ بھی سنتے چلئے جو خلوص وفیاضی، ایثار اور بلند حوصلگی کا ایک اور نمونہ ہے، یہ

(۱) سلطان صلاح الدین ص/۲۰۵

دسویں صدی ہجری کے ایک طاقتور فرماں روا مظفر حلیم سلطان گجرات (م-۹۳۲ھ) کا واقعہ ہے کہ جس نے محمود شاہ خلجی کی مدد کے لیے (جو غاصبوں کے ہاتھوں تخت وتاج سے محروم ہو گیا تھا، اور اس کی سلطنت پر اس کے نمک خواروں نے قبضہ کرلیا تھا) مانڈو پر حملہ کیا تھا اور اس کو فتح کرلیا تھا، واقعہ مؤرخ گجرات کی زبان سے سنئے:

"تسخیر قلعہ کے بعد جس وقت مظفر حلیم اندر داخل ہوا اور امرائے ہمرکاب نے شاہانِ مالوہ کے سامان تجمل اور خزائن ودفائن کو ملاحظہ کیا اور اس ملک کی سرسبزی و شادابی پر اطلاع پائی تو انھوں نے جسارت کر کے مظفر شاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس جنگ میں تقریباً دو ہزار سوارِ جرار درجۂ شہادت کو پہنچ چکے ہیں، یہ مناسب نہیں ہے کہ اس قدر نقصان اٹھانے کے بعد پھر ملک کو اسی بادشاہ کے حوالہ کردیا جائے جس کی سوءِ تدبیری سے مندلی رائے نے اس پر قابو پالیا تھا، بادشاہ نے یہ سنتے ہی سیر موقوف کی اور قلعہ سے باہر نکل کر محمود شاہ کو ہدایت فرمائی کہ اس کے ہمرکاب

لوگوں میں سے کسی کو قلعہ کے اندر نہ جانے دے، محمود نے باصرار تمام اس بات کی التجا کی بادشاہ چند روز قلعہ کے اندر آرام فرمائیں، مگر مظفر شاہ نے اس التجا کو قبول نہ فرمایا اور بعد کو خود ظاہر کیا کہ میں نے یہ جہاد وغزا محض خداوند برحق کی رضامندی حاصل کرنے کو کیا تھا، مجھ کو امراء کی تقریر سے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ مبادا کوئی خطرۂ فاسد میرے دل میں پیدا ہو اور میرا خلوص نیت برباد ہوجائے، میں نے محمود پر کچھ احسان نہیں کیا، بلکہ خود محمود کا مجھ پر احسان ہے کہ اس کی وجہ سے مجھ کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔"(۱)

میں یہ نہیں کہتا کہ سارے سلاطین وفرماں روا جو اسلامی عہد میں گذرے وہ نورالدین وصلاح الدین، ناصرالدین محمود اور سلطان مظفر حلیم کا نمونہ تھے، لیکن آپ کو جن فرماں رواؤں میں انسانی بلندی، خداترسی، فقر وزہد، ایثار وقربانی اور شفقت ومرحمت کی یہ شان نظر آتی ہے اور ان میں سے جو اپنے زمانہ کی سطح سے بلند، بادشاہوں کی روایات سے الگ اور

---

(۱) یادایام بحوالہ مرآۃ سکندری

زمانے سے نرالے دکھائی دیتے ہیں وہ صرف نبوت کے فیض اور دینی جذبہ کا نتیجہ ہیں، آپ اگر ان کی زندگی اور سوانح حیات کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو سراغ لگانے میں دقت نہیں ہوگی کہ ان سب کا تعلق و اتصال (تعلیم و تربیت، تعلق و محبت، اتباع و اطاعت کے ذریعہ سے) اسی ایک سرچشمۂ ہدایت سے تھا، جس نے ہر دور میں عظیم ترین انسان پیدا کئے خواہ ان کا زمانہ کتنا ہی دور ہو، دراصل یہ سب اسی درسگاہِ نبوت کے فیض یافتہ ہیں جس نے تعمیر انسانیت کا کام سب سے وسیع پیمانہ پر اور سب سے اعلیٰ سطح پر انجام دیا، اور جس کا فیض اب بھی انسانیت کے چراغ کو روشن کئے ہوئے، اور جہاں کہیں روشنی ہے، اسی ایک چراغ کا پرتو ہے ؎

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں
ہر کجامی نگرم انجمنے ساختہ اند

ہماری جدید تہذیب اور موجودہ فکری قیادت، معاشرۂ انسانی کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے افراد تیار کرنے اور انسان کی سیرت سازی میں بری طرح ناکام رہی، وہ سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرسکتی ہے، وہ خلاء میں سفر کرنے کے لیے محفوظ و سریع السیر آلات تیار کرسکتی ہے، وہ انسان کو چاند اور سیاروں پر پہنچا سکتی ہے، وہ ذراتی طاقت سے بڑے بڑے کام

لے سکتی ہے، وہ ملک سے غریبی دور کرسکتی ہے، وہ علم و ہنر کو آخری نقطۂ عروج پر پہنچا سکتی ہے، وہ پوری کی پوری قوم اور ایک ملک کی آبادی کو خواندہ و تعلیم یافتہ بنا سکتی ہے، اس کی ان کامیابیوں اور فتوحات سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں، لیکن وہ صالح اور صاحبِ یقین افراد پیدا کرنے سے بالکل عاجز ہے، اور یہی اس کی سب سے بڑی ناکامی اور بدقسمتی ہے، اور اسی وجہ سے صدیوں کی محنتیں ضائع و برباد ہورہی ہیں، اور ساری دنیا مایوسی اور انتشار کا شکار ہے، اور اب اس کا سائنس اور علم پر سے بھی اعتقاد اٹھ رہا ہے، اندیشہ ہے کہ دنیا میں ایک شدید ردّ عمل کی تحریک اور علم و تمدن کے خلاف بغاوت کے دور کا آغاز نہ ہو جائے، فاسد افراد نے معصوم اور صالح وسائل کو بھی فاسد بلکہ آلۂ فساد و تخریب بنا دیا ہے، فاسد و کمزور تختوں سے کوئی صالح اور مضبوط سفینہ تیار نہیں ہوسکتا، یہ بالکل مغالطہ اور خام خیالی ہے کہ فاسد تختے علاحدہ علاحدہ فاسد، کمزور اور ناقابل اعتماد ہیں، لیکن جب ان کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا جائے اور ان سے کوئی سفینہ تیار کیا جائے تو ان کی قلب ماہیت ہوجاتی ہے، اور وہ صالح بن جاتے ہیں، رہزن اور چور علاحدہ علاحدہ تو رہزن اور چور ہیں لیکن جب وہ اپنی جماعت بنالیں تو وہ پاسبانوں اور ذمہ داروں کی ایک مقدس جماعت ہے،

نئی فکری قیادت نے جو افراد دنیا کو عطا کئے ہیں وہ ایمان ویقین سے خالی، ضمیر انسانی سے عاری، حاسۂ اخلاقی سے محروم، محبت وخلوص کے مفہوم سے نا آشنا، انسانیت کے شرف واحترام سے غافل ہیں، وہ تو لذت وعزت کے فلسفہ سے واقف ہیں یا صرف قوم پرستی اور وطن دوستی کے مفہوم سے آشنا ہیں، اس نوعیت وصلاحیت کے افراد خواہ جمہوری نظام کے سربراہ ہوں یا اشتراکی نظام کے ذمہ دار، کبھی کوئی صالح معاشرہ، پرامن ماحول اور خدا ترس وپاکباز سوسائٹی قائم نہیں کر سکتے اور ان پر خدا کی مخلوق اور انسانی کنبہ کی قسمت کے بارے میں کبھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

اس دنیا میں صالح ترین افراد اور صالح ترین معاشرہ صرف نبوت نے تیار کیا ہے، اور اسی کے پاس قلب کو بدلنے اور گرمانے، نفس کو جھکانے اور جمانے، نیکی وپاکبازی کی محبت اور گناہ اور بدی سے نفرت پیدا کرنے، مال وزر، ملک وسلطنت، عزت ووجاہت اور ریاست وتفوق کی سحر انگیزی ترغیبات کا مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا کرنے کی صلاحیت ہے، اور وہی افراد جو ان صلاحیتوں کے مالک ہوں، دنیا کو ہلاکت سے اور تہذیب جدید کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔

نبوت نے دنیا کو سائنس نہیں دی، ایجادیں نہیں عطا کیں، اس کو

نہ اس کا دعویٰ ہے، نہ ایسا نہ کرنے پر شرمندگی اور معذرت، اس کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے دنیا کو وہ افراد عطا کئے جو خود صحیح راستہ پر چل سکتے ہیں اور دنیا کو چلا سکتے ہیں، اور ہر اچھی چیز سے خود نفع اٹھا سکتے ہیں اور دوسروں کو پہنچا سکتے ہیں اور دنیا کو چلا سکتے ہیں اور جو ہر قوت اور نعمت کو ٹھکانے لگا سکتے ہیں، جو اپنی زندگی کے مقصد سے واقف اور اپنے پیدا کرنے والے سے آشنا ہیں، اور اس کی ذات سے استفادہ کرنے اور اس سے مزید نعمتیں حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، انھیں کا وجود اصل انسانیت کا سرمایہ اور انھیں کی تربیت نبوت کا اصل کارنامہ ہے۔

☆☆☆☆☆